تبصرہ کتب

نام کتاب :- عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو؟

مصنف :- جناب محمد تقی عثمانی

ناشر :- مکتبہ دار العلوم، کراچی نمبر ۱۴

صفحات :- ۲۴۳، قیمت چالیس روپے

ہر دور کے تقاضے بدلتے رہتے ہیں لیکن اسلام ایک مستقل دین ہے۔ جو ہر دور کے لئے یکساں رہنمائی کرتا ہے اس لئے ہر دور کے تقاضوں کے مطابق اسلام کو پیش کرنے کا کام ہمیشہ سے جاری ہے۔ ہمارے دور کی ضروریات پر علماء وقتاً فوقتاً روشنی ڈالتے رہتے ہیں۔ جناب مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے بھی اس عنوان پر زیر نظر کتاب میں بحث کی ہے۔

حرف آغاز اور نو ابواب پر مشتمل یہ کتاب سیاست و مملکت، معیشت، تعلیم، معاشرت، اسلام اور تجدد، عالم اسلام، مسلمان اور قادیانیت اور بہت سے متفرق موضوعات پہ بحث کرتی ہے۔ یہ کتاب ان اداریوں سے ایک انتخاب ہے۔ جو مؤلف کے زیر ادارت "البلاغ" میں چھپتے رہے (ص ۸)

کتاب کا عنوان ہے "عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو؟" اس سے انسانی ذہن یک دم چونک جاتا ہے۔ اور بے ساختہ کتاب پڑھنے کی ضرورت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ لیکن اس کے مطالعے سے کچھ ایسا اندازہ ہوتا ہے۔ کہ کتاب ایسے ماحول میں ترتیب دی گئی ہے کہ یہاں اسلام کو محض قول تک محدود کر دیا گیا ہے، کیونکہ کتاب میں جن مسائل پر قلم اٹھایا گیا ہے۔ ان کے حل کی کوئی عملی تجاویز پیش ہی نہیں کی گئی ہیں۔ اور اگر کہیں بعض تجاویز کی نشان دہی کی گئی ہے۔ تو وہ سطحی، ناقابل عمل اور عموماً جدید تقاضوں سے ہم آہنگ دکھائی نہیں دیتی ہیں جیسا کہ زیر کتاب میں "سود اور حکومت کی مالی اسکیمیں" (ص ۲۰۵ - ۲۱۲) کے زیر عنوان بعض اسکیموں مثلاً انعامی بانڈز، این آئی ٹی یونٹ، گروپ انشورنس وغیرہ پر مولانا نے بحث کی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ ان سکیموں میں سود کی آمیزش ہوتی ہے۔ اور پھر وہ پاکستان میں سود و قمار کے کاروبار پر برسے ہیں۔ لیکن انہوں نے ایسی کوئی متبادل تجاویز نہیں دیں جن پر عمل درآمد

سے ہم سود جیسی لعنت سے نجات پا سکیں۔ اور اسی طرح ان کا یہ مقالہ اس امر پر بھی روشنی نہیں ڈالتا کہ حکومت بوقت ضرورت عوام سے سرمایہ حاصل کرنا چاہے۔ تو کونسا جذبہ اور کشش عوام کو متاثر کرے گی۔ جس کے تحت وہ اپنا سرمایہ حکومت کے حوالے کر دیں گے۔

فاضل مولف نے اپنی کتاب میں تحقیق کے موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے اور اس کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے وہ محقق کے فرائض بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں محقق کا کام نظریہ قائم کرکے اس کے لئے دلیلیں ڈھونڈنا نہیں ہوتا، بلکہ دلائل دیکھ کر نظریہ قائم کرنا ہوتا ہے (ص ۵۰۰) مولانا نے عمدہ اصول بیان کیا ہے۔ جس سے کوئی بھی محقق انکار نہیں کرسکتا لیکن سوال یہ ہے کہ اس وقت "مسلک" کے حق یا خلاف جو کچھ لکھا جارہا ہے۔ کیا وہ اس کسوٹی پر پورا اُترتا ہے؟ اور خود فاضل مصنف اس اصول پر کتنے کاربند ہیں! اس کی تازہ مثال ان کی کتاب "تقلید کی شرعی حیثیت" ہے۔ جس میں انہوں نے تقلید کے داعی اور وکیل کی حیثیت سے ہر اس آیت اور حدیث کو اپنی تائید میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس میں مادہ تقلید کا کوئی لفظ وارد ہوا ہے۔ چاہے اس آیت یا حدیث کو مسئلہ تقلید سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو، اسی کا نام نکتہ بعد الوقوع اور تاویل مالا یرضیٰ قائلہ ہے۔

تحقیق کے موضوع کو فاضل مؤلف نے کئی جگہ چھیڑا ہے۔ اور ہر جگہ انہوں نے تان ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد پر لاکر توڑی ہے مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں "کیا اس ادارے میں کوئی ایسا عالم دین بھی ہے۔ جس کے علم و فضل اور اسلامی قانون میں مہارت اور دیانت و خلوص پر قوم کو اعتماد ہو" (ص ۸۸) اس جملے سے مولانا نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ ادارے میں کوئی عالم دین نہیں ہے۔ حالانکہ ایسا کہنا حقائق کے منافی ہوگا۔ کیوں کہ ادارے کے اکثر ارکان ایسے ہیں۔ جو فاضل درس نظامی ہیں اور جدید تعلیم سے بھی آراستہ ہیں اگر جناب تقی صاحب نے ادارے سے متعلق ایک کتابچے کو ملاحظہ فرمایا ہوتا تو وہ اس طرح کے سطحی بیانات دینے سے بچ جاتے۔ اس جملے سے دوسری بات یہ مترشح ہوتی ہے۔ کہ قوم کو ادارے کے ارکان پر اعتماد نہیں ہے۔ سوال یہ ہے جو بات مولانا عثمانی کے لئے قابل قبول نہیں ضروری نہیں کہ ساری قوم اسے رد کردے۔ اس لئے یہ مولانا کی ذاتی رائے ہے اور بس۔

ایک اور جگہ ادارے کے بارے میں لکھتے ہیں: "انہوں نے ایک طرف تو یہ فرض کرلیا ہے۔ کہ تیرہ سو برس پہلے کے اسلامی اصول واحکام معاذاللہ اب فرسودہ ہوچکے ہیں.... اور دوسری طرف ان کے ذہن میں یہ بات پوری طرح جم چکی ہے۔ کہ مغربی تہذیب و تمدن کے تمام فکری اور عملی مظاہر سراپا خیر و برکت ہیں (ص ۴۸۷) افسوس!

جناب تقی صاحب نے یہ ذہنی مفروضے جن کی کوئی بنیاد نہیں بغیر تحقیق کے سپرد قلم کر دیئے ہیں۔ اس دعویٰ کی دلیل نہیں بتانا چاہیئے تھا کہ کون اسلام کے احکام کو فرسودہ تصور کرتا ہے۔

"شرعی نقطہ نظر سے ووٹ کی حیثیت شہادت (گواہی) کی سی ہے" (ص ۱۱۲) اور اس کے بعد گواہی اور گواہی چھپانے وغیرہ کے احکام بیان کر کے ووٹ استعمال کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے ہماری رائے میں ووٹ کی شرعی حیثیت گواہی نہیں بلکہ بیعت کی ہے۔ کیونکہ گواہی کی ضرورت عموماً اس وقت پیش آتی ہے۔ جب کسی کا حق ثابت کرنا ہو۔ یا کسی کو جرائم سے بری الذمہ قرار دینا ہو جبکہ ووٹ میں یہ دونوں صورتیں نہیں ہوتی ہیں۔ بلکہ ووٹ دیتے وقت ایک شخص پر اعتماد کا اظہار کرنا ہوتا ہے۔ کہ وہ ہمارے معاملات کو صحیح اور مناسب طریقے سے سرانجام دے سکے گا اور عوام کے مقاصد کی بہتر پیروی اور نمائندگی کر سکے گا۔ اس کی مثال سقیفہ بنی ساعدہ میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتخاب سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہ درست ہے کہ اس وقت ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی جاتی تھی لیکن اب پرچی پر مہر لگائی جاتی ہے۔ جو کسی بھی لحاظ سے غیر شرعی نہیں ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ شہادت کا چھپانا گناہ ہے لہٰذا ووٹ نہ دینا بھی گناہ ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ووٹ نہ دینا مناسب نہیں کیونکہ جب اچھی حکومت کے انتخاب کا سوال ہو، اس وقت جائز اور ممکنہ وسائل سے گریز کرنا اجتماعی زندگی کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے۔

زیر نظر کتاب عصر حاضر میں اسلام کے نفاذ سے بحث کرتی ہے لیکن عصر حاضر کے نہایت اہم اور ضروری مسائل مثلاً چاند میں بسنے والی مخلوق اسلامی احکام پر کس طرح سے عمل کرے؟ خلائی سفر کے دوران میں نماز روزہ اور حج کے اوقات کا تعین کیسے کیا جائے گا؟ اعضاء کی پیوندکاری کے شرعی احکام کیا ہیں؟ جن علاقوں میں دن رات طویل مدت پر محیط ہوتے ہیں۔ ان میں نمازیں کن اوقات کے تابع ہونگی؟ اور ہوائی جہاز میں سفر کرتے وقت نماز قصر کرنے کے احکام پر نظر ثانی کی جا سکتی ہے کہ نہیں؟ وغیرہ شامل کتاب نہیں ہیں۔ اسی طرح دور جدید میں اخلاقی گراوٹ اور بے راہ روی عام ہے جس کی وجہ سے دیگر بہت سی برائیاں پیدا ہوتی ہیں زیر تبصرہ کتاب میں اخلاقیات پر بھی کچھ نہیں ملتا۔

ان تمام امور کے باوجود متفرق اداریوں کو جمع کر کے کتابی شکل دینا ایک اچھا اقدام ہے جس سے مصنف کے افکار کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اس سے اردو قارئین عموماً اور مصنف کے حلقے کے ارکان خصوصاً استفادہ کر سکیں گے

محمد طفیل

******